جناب عباد اللہ فاروقی ایڈووکیٹ

خلافتِ عثمانؓ اور مدینہ کا سیاسی انقلاب

حضرت عثمانؓ سرمایہ دار ضرور تھے مگر وہ سرمایہ دارانہ ذہنیت نہ رکھتے تھے۔ حضرت ابوذر غفاری کو جلاوطن کرنے میں مصلحت یہ تھی کہ ان کی وجہ سے ملک میں انتشار اور بغاوت کے عناصر پیدا ہو رہے تھے۔ حضرت عثمانؓ نے تقسیم دولت میں دوست اور دشمن کی کبھی پرواہ نہ کی۔ البتہ یہ ضرور ہوا کہ وقتاً فوقتاً وہ اپنے مخلصین کو نوازتے اور تحفے تحائف دیتے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ لوگ نکتہ چینی پر اتر آئے۔

اقتصادی خوشحالی اور بدحالی کی رقابتیں اگرچہ عوام میں سرایت کیے ہوئی تھیں لیکن فوج میں کسی قسم کا تفریق نہ تھی۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے نہ صرف بغاوت ایران کو دبایا بلکہ افغانستان، ترکستان اور خراسان کو مملکتِ اسلامیہ میں شامل کر لیا۔ آرمینیا، آذربائیجان اور ایشیا کوچک پر اپنا تسلط قائم کیا۔ قبرص فتح کیا۔ اسکندریہ واپس لیا۔ اور سلطنت روم کے اقتدار کو نیست کیا۔ اگر یہ لوگ مدینہ میں موجود ہوتے تو شاید حضرت عثمانؓ خونِ ناحق سے بچ جاتے۔

غرض جب ہم انقلاب مدینہ کے اسباب و علل پر غور کرتے ہیں تو ہمیں حسب ذیل اسباب سامنے آتے ہیں:

۱۔ بنو ہاشم اور بنو امیہ کی باہمی رقابت

۲۔ اسلامی معاشرہ میں اقتصادی ناہمواریاں

۳۔ غیر عربی النسل نومسلموں کی اسلامی نظام حکومت سے لاعلمی

۴۔ قبائلی رقابتوں کا احیاء
۵۔ منافقانہ تبلیغی تحریکیں
۶۔ اقتصادی خوشحالی اور بدحالی کی رقابتیں وغیرہ اور خلیفہ سوم کا حلم

جب حضرت عثمان مسندِ خلافت پر آئے تو انہوں نے بخوشی یہ منصب قبول نہیں کیا بلکہ بادل ناخواستہ لائے گئے جیسا کہ بعض تاریخی واقعات اور ان کے خطبات سے ظاہر ہے لیکن منصبِ خلافت قبول کرنیکے بعد وہ محض اس لیے اس سے دستبردار ہونا نہیں چاہتے تھے کہ باغی اٹھ آئے تھے اور ان کے در پے آزار تھے۔ چنانچہ انہوں نے تا دمِ آخر حالات کا مقابلہ کیا اور خلیفہ کی حیثیت سے شہید ہوئے۔

ذیل میں حضرت عثمان کے خطبات سے ان خیالات کی پوری توثیق و تصدیق ہوتی ہے۔ طبری لکھتا ہے کہ جب اہل شوریٰ نے عثمان سے بیعت کی تو آپ نہایت ہی غمزدہ تھے۔ اسی حالت میں آپ منبر نبوی پر آئے اور مندرجہ ذیل خطبہ پڑھا:۔

اما بعد! مجھے بارِ خلافت کا ذمہ دار قرار دیا گیا ہے جس کو میں نے قبول کر لیا ہے۔ سنو! میں متبع ہوں۔ مبتدع نہیں ہوں اور آگاہ رہو کہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ جن پر آپ لوگوں نے اجماع کیا ہے اور سنت اہلِ خیر کا جاری کرنا جو قبل ازیں بالاجماع جاری نہیں ہوئی اور ہر قسم کی اذیت کا دور کرنا الا ان امور میں جو شرعاً عائد ہو سکتے ہیں۔ سنو! دنیا ایک دلفریب چیز ہے جس کی طرف اکثر لوگ کھنچے جا رہے ہیں۔ تم اس کی طرف مت جھکو اور اس پر اعتماد مت کرو اور جان لو کہ وہ بجز اس شخص کے کسی کو چھوڑ نہیں سکتی جو خود اسی کو چھوڑ دے۔"[1]

آپ نے ایام محاصرہ میں حسب ذیل خطاب کیا:۔

" لوگو! عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے امرِ خلافت کو چھ آدمیوں کی مجلس شوریٰ کے سپرد کیا جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم راضی ہوئے اور اس حالت میں رخصت ہو گئے۔ میں نے عمل بالحق میں کوئی قصور نہیں کیا اور توفیق اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ جہاں تک مجھے علم ہے میرا کوئی قصور بجز اس کے نہیں کہ مجھے پہلے ہر دو خلفاء سے زیادہ زمانہ خلافت بسر کرنا پڑا ہے ممکن ہے کہ بعض تم میں سے یہ خیال کریں کہ عثمان، ابوبکر اور عمر جیسا خلیفہ نہیں۔ بے شک

[1] تاریخ طبری

میں ان جیسا نہیں ہوں۔ دنیا میں اشیاء دیگر اشیاء سے ملتی جلتی ہیں اور بعض ایک دوسرے کے قریب ہوتی ہیں (مطلب یہ کہ اگر ویسا نہیں ہوں تو ان کی روش پر چلنے والا ہوں) تم یہ چاہتے ہو کہ مجھے خلافت سے علیحدہ کر دو۔ یہ بات بجز اس کے ناممکن ہے کہ میں شرعاً علیحدگی کا مستوجب ہو جاؤں رہا مصالحت ـــ کا معاملہ یہ بہت اچھی بات ہے" لہ

متذکرہ بالا سطور سے یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ عثمان کے دل میں کسی قسم کا دنیاوی لالچ نہ تھا۔ وہ جو کام کرتے تھے رضائے الٰہی حاصل کرنے کے لیے کرتے۔ ادھر شریر اور باغی لوگ بغاوت کے پورے سامان مہیا کر رہے تھے۔ عبداللہ بن سبا نے جگہ بہ جگہ سیاسی منصوبہ بازیوں کے ذریعے صوبائی عاملوں کے خلاف سنگین قسم کے مظاہرے کرکے ان کی معزولیاں عمل میں لانی شروع کر دی تھیں۔ جب خلیفہ کے پاس شکایات پہنچیں تو اس نے فوراً تحقیقات شروع کر دیں۔ چنانچہ اسامہ بن زید کو بصرہ، محمد بن مسلم کو کوفہ، عبداللہ بن عمر کو شام اور عمار بن یاسر کو مصر کی طرف بھیجا تاکہ وہاں کے حالات کی نسبت تحقیقات کرکے اطلاع دیں۔ سوائے عمار بن یاسر کے تمام رپورٹیں اس امر پر متفق تھیں کہ نہ تو حاکم غیر عادل ہیں اور نہ کسی کے حقوق ہی کسی طرح غصب یا تلف ہوتے ہیں۔ خلیفہ وقت نے حضرت عمار بن یاسر کی اختلافی رپورٹ پر صوبوں کے عمال کو بلا بھیجا تاکہ منصفانہ تدارک فرمائیں۔ خط کا مضمون حسب ذیل تھا۔

"میں جب سے خلیفہ ہوا ہوں۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر میرا عمل رہا ہے اور میرے رشتہ داروں کا عام مسلمانوں سے زیادہ کوئی حق نہیں مگر مجھے مدینہ کے رہنے والوں سے معلوم ہوا ہے کہ حکام لوگوں کو مارتے اور گالیاں دیتے ہیں۔ اس لیے میں اس خط کے ذریعہ عام اعلان کرتا ہوں کہ جس کسی کو خفیہ طور پر گالی دی گئی ہو یا پیٹا گیا ہو وہ حج کے موقع پر مجھے ملے اور جو کچھ اس پر ظلم ہوا ہو خواہ میرے ہاتھوں سے یا میرے عاملوں کے ذریعہ سے اس کا بدلہ وہ مجھ سے یا میرے عاملوں سے لے لے یا معاف کر دے۔ اللہ تعالیٰ صدقہ دینے والوں کو اپنے پاس سے جزا دیتا ہے"

بایں ہمہ عبداللہ بن سبا اپنی سازشوں سے باز نہ آیا۔ حضرت عثمان نے والی مصر عبداللہ بن ابی سرح کی تبدیلی کا حکم صادر فرمایا اور اس کی جگہ محمد بن ابی بکر کا تقرر تجویز کیا۔ اس طرح تمام شورش کو ختم کر دیا چنانچہ

لہ مفتاح الافکار

اہل مدینہ اپنے اپنے کاموں میں مصروف ہوگئے اور اکثر حج کو روانہ ہوگئے۔

اس کے بعد عبداللہ بن سبا نے یہ سازش کی کہ واپسی پر راستہ ہی میں جعلی خط محمد بن ابی بکر اور اس کے ہمراہیوں کے قتل اور قید وغیرہ کی نسبت والی مصر کے نام خلیفہ کی طرف سے وضع کر کے اور ایک سانڈنی سوار قاصد کی گرفتاری کا ڈرامہ تیار کر کے واپس لوٹے۔ جب یہ مصری وفد مدینہ پہنچا تو بصری اور کوفی وفود بھی ان کے ہمراہ تھے۔ اس لشکر نے آتے ہی مدینہ پر قبضہ کر لیا۔ جب حضرت علی، طلحہ اور زبیر نے مصری وفد سے قبل از وقت واپس آنے کی وجہ پوچھی تو انہوں نے یہی جواب دیا کہ ہم نے راستہ میں ایک سانڈنی سوار کو مشتبہ حالت میں پکڑ کر اس کی تلاشی لی تو اس کے قبضہ سے خلیفہ کی طرف سے والی مصر کے نام ایک خط پکڑا جس میں فلاں کو قتل اور فلاں فلاں کو قید کرنا لکھا تھا اور نیز کہ معزولی کے حکمنامہ کو جعلی قرار دیا تھا۔

باغیوں کا مدینے پر پندرہ دن تک قبضہ رہا۔ جب انہوں نے دیکھا کہ عثمان خلافت سے دستبردار نہیں ہوتے تو ان کے مکان کا مکمل محاصرہ کر لیا اور خوراک اور پانی کی بہم رسانی کے تمام ذرائع قطع کر دیے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ:

"محاصرہ کے دوران میں خلیفہ کی حفاظت کی خاطر حضرت علیؓ نے اپنے ہر دو فرزندان جناب حسنینؓ کو مسلح کر کے صدر دروازہ پر پہرہ داری کی خدمت سرانجام دینے کے لیے مقرر کر دیا تھا۔ مگر باغی عقبی دروازے سے مکان میں داخل ہوگئے"

یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ:

"محمد بن ابی بکر نے اندر جا کر آپ کی ڈاڑھی پکڑ لی تو آپ نے فرمایا۔ اگر تیرا باپ تجھے ایسی حرکت کرتے دیکھتا تو کیا کہتا؟ یہ سن کر محمد بن ابی بکر کا ہاتھ ڈھیلا پڑ گیا۔ اتنے میں دو آدمی آگئے اور انہوں نے جھپٹ کر آپ کو ہلاک کر دیا"[۱]

جس وقت باغی خلیفہ کے مکان کے اندر داخل ہوئے تو عثمان تو متواتر دو روز سے روزہ دار تھے اور قرآن خوانی میں مصروف تھے حضرت عثمان کی زوجہ محترمہ حضرت نائلہ نے اپنے خاوند کو تلوار کی ضربات سے بچانے کی کوشش کی۔ آپ کے ہاتھ کی انگلیاں کٹ کر گر پڑیں۔ خلیفہ کے سر کے خون کے آخری قطرے قرآن کریم کی اس آیت پر پڑے فسیکفیکھم اللہ وھو السمیع العلیم

---

[۱] تاریخ الخلفاء، جلال الدین سیوطی ص ۱۴۴

حضرت عثمانؓ کی شہادت کے فوراً بعد ذی الحجہ کے آغاز میں حضرت علیؓ کی بیعت خلافت لی گئی۔ اس بیعت میں مدینہ کا ہر وہ شخص شریک ہوا جو اس وقت شہر میں موجود تھا۔ اسلامی مملکتوں میں اس بیعت کی اطلاع بھیجی گئی اور مسلمانوں نے برضا و رغبت حضرت علیؓ کی اطاعت اختیار کی۔ صرف معاویہ اور اہل شام نے انکار کیا۔" ؎۱

ابن اثیر کا بیان ہے کہ:۔

"حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد لوگ حضرت علیؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے درخواست کی کہ آپ ہماری بیعت لے لیں آپ نے انکار کیا اور فرمایا کہ میں امیر ہونے سے وزیر ہونے کو بہتر سمجھتا ہوں مگر جب انصار و مہاجرین نے اصرار کیا تو آپ خلافت قبول کرنے کے لیے رضامند ہو گئے۔" ؎۲

طلحہؓ اور زبیرؓ نے آپ سے بیعت توڑ کر مکہ معظمہ کا رخ کیا۔ وہاں حضرت عائشہؓ کو حضرت عثمانؓ کے خونِ ناحق کا قصاص لینے کے لیے حضرت علیؓ کے خلاف آمادۂ جنگ کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ اس طرح بلادِ اسلامیہ میں جنگ و جدل کا بازار گرم ہو گیا۔

تصوّف صوفیہ کی نظر میں

تصوف نے ہماری شاعری پر بھی گہرا اثر ڈالا ہے۔ عربی، فارسی، ترکی، اردو، پشتو، سندھی پنجابی زبانوں کا ایک سرسری نظر سے جائزہ لیجیے تو آپ کو تصوّف کے اثرات کا ضرور قائل ہونا پڑے گا۔ تصوف کا اپنا انداز اور اسلوب ہے جو ہر جگہ کارفرما نظر آتا ہے۔

حضرت علی ہجویریؒ کشف المحجوب میں فرماتے ہیں کہ:۔

"آج کل تصوف ایک نام ہے بغیر حقیقت کے، لیکن زمانہ سابق میں ایک حقیقت تھی بغیر نام کے یعنی صحابہ کرام سلف صالحین کے زمانے میں یہ نام موجود نہ تھا لیکن اس کی حقیقت ہر شخص میں جلوہ گر تھی۔"

؎۱ فتح الباری جلد ۱۳ ص ۴۶ ؎۲ الکامل ابن اثیر جلد ۳ ص ۱۵۲